بھارتی سامراج اور کشمیر کا مستقبل

سیّد علی گیلانی○

تحریکِ آزادی کشمیر پچھلے سات عشروں سے بہت سے نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے موجودہ دور میں داخل ہوچکی ہے۔ ہمارے سینے پر کھنچی ہوئی خونی لکیر نے انسانی دردوکرب اور جذبات واحساسات کے جواَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں، وہ ہر دور میں، ہر موسم میں، ہر گام وشہر میں، ہر ذہن اور ہر قلب وجگر میں کچھ اس طرح رچ بس چکے ہیں کہ قابض طاقتوں کی سفاکیت اور درندگی ان کو ختم کرنے میں ناکام ہوچکی ہے۔ مقامی غدار ابن غداروں کی فریب کاری اور ساحری کے کرتب اس جذبے کو سرد نہ کرسکے۔ یہی وجہ ہے کہ تحریکِ مزاحمت کا ہر مرحلہ پہلے سے زیادہ شدید اور حیران کُن ہوتا ہے۔

۲۰۱۶ء میں برہان وانی کی شہادت نے آزادی کی اس تحریک کو اور زیادہ جلا بخشی۔ چھے ماہ تک خاک وخوں میں غلطاں اس لہولہان وادی کا چپہ چپہ کربلا کی تصویر پیش کرتا رہا۔ معصوموں کی چیخ وپکار سے طول وعرض کی خاموش فضاؤں میں ارتعاش پیدا ہوتا رہا۔ بصارت سے محروم جوانوں کی پوری دنیا ہی اُجڑتی گئی۔ مکانوں کی تباہی اور مکینوں کی خانماں بربادی، میدانِ جنگ کا سماں پیش کرتی رہی۔ ہرطرف انسانی خون کی ارزانی انسانیت کو دم بخود کرتی رہی۔ دنیا بھر میں انسانیت کا درد رکھنے والے ہزاروں لوگوں نے واویلا کیا۔

ہزاروں کلومیٹر دُور انسانیت کے جذبے سے سرشار آوازوں نے ہماری بے کسی اور مجبوری پر احتجاج کیا، لیکن ہماری اپنی قوم میں ہماری ہی ہڈیاں نوچنے والے 'سیاسی گِدھ' اس خون سے بھی

○قائد تحریک حُریتِ کشمیر، سری نگر

اپنے سنگھاسن سجانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں لگ گئے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے ظلم وسفاکیت کے دل دہلانے والے واقعات ہوتے رہے، لیکن وہ لیلاے اقتدار سے اس طرح بغل گیر رہے کہ اپنی کرسیاں مضبوط کرنے کے لیے ہماری لاشوں کی دلالی کرنے میں بھی فخر محسوس کرنے لگے۔ 'تعمیر وترقی، امن اور خوش حالی' کی خوش کُن ڈفلیوں سے عوام کو بہلانے کی کوششوں میں مصروف رہے۔ قاتلوں اور جلادوں کی پیٹھ تھپتھپا کر اپنے لیے بھیک میں ملی کرسی کو ہی بچاتے رہے۔ اُن کی آنکھوں پر حرص ولالچ کے ایسے پردے چڑھے کہ اپنی اَنا اور خودغرضی کے سوا انھیں کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

قابض طاقتوں کے ان مقامی گماشتوں نے بھانپ لیا کہ ان کے چہروں سے نقاب سرکنا شروع ہوگئے ہیں۔ اب عوام اور خاص کر یہاں کا نوجوان ان کی بھیانک صورت اور انسانی کھال میں چھپے مکروہ وجود کو پہچان چکا ہے، تو انھوں نے ضمیروں کی خریدوفروخت کا کاروبار شروع کیا۔ جو جس دام میں بکا اس کو خرید لیا اور جو نہ بکا انھیں بے دریغ کچلتے اور روندتے گئے۔ ان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ حق کیا ہے اور باطل کیا؟ سچائی، دیانت اور شرافت قدر کے لائق ہے یا جھوٹ، بے ایمانی اور فریب کاری؟ انصاف کیا ہے اور ظلم کیا ہے؟

یہ بندگانِ شکم کی ایک ایسی فوج ہے جن میں خودداری کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہیں ہے۔ یہ دشمنوں کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ غیروں کے بخشے ہوئے منصبوں اور عہدوں پر فائز ہوکر اُن کی چاکری کرنے میں یہ لوگ عزت محسوس کرتے ہیں۔ ہماری قوم کے ایسے غیرت سے تہی دامن نام نہاد حکمران اغیار کی چاپلوسی میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ جب کوئی غیرت مند شخص ان کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کے لیے اُٹھتا ہے، تو یہ اس کا سر کاٹ کر دشمنوں کے سامنے پیش کرکے خراج وصول کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک صرف اور صرف ذاتی مفادات اہمیت رکھتے ہیں، جن کے لیے وہ ہر ظالم کا ساتھ دیتے ہیں، ہر جابر کے آگے ڈھیر ہوجاتے ہیں، ہر باطل کو قبول کرنے اور ہر صداے حق کو دبانے کے لیے پیش پیش رہتے ہیں۔

ہماری قوم کے جوانوں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتے سنا، محسوس کیا اور دیکھا۔ ایک حساس اور باشعور ذہن کے لیے مزاحمت میں ہراول دستہ بننے کے لیے اتنا ہی

کافی ہے اور یہی وہ پسِ منظر ہے جس میں یہاں کے نوخیز جوان، طلبہ و طالبات ـــــ نہتے ہوکر بھی جذبات واحساسات کے تیز دھار ہتھیاروں سے لیس ہوکر آہنی بوٹوں اور بکتر بند فوجی گاڑیوں کے سامنے سینہ سپر ہوجاتے ہیں۔

جذبۂ آزادی سے سرشار ہماری محکوم قوم کا نوجوان جب دشمن کو للکارتا ہے، تو اپنے گھروں میں آرام دہ کمروں میں بیٹھے لوگ دم بخود رہ جاتے ہیں۔ بھارت خود اپنی آنکھوں دیکھے ان مناظر پر یقین نہیں کر پارہا ہے کہ ۱۵، ۱۶سال کا ایک نوجوان بندوقوں سے لیس فوجیوں کو بھاگنے پر کس طرح مجبور کرتا ہے۔ بھارتی حکمرانوں کو بصارت ہوتی، عقل وخرد کی تھوڑی سی رمق بھی ہوتی، انسانی جذبات اُن کے دلوں میں جگہ پا چکے ہوتے، تو شاید وہ کب کے ان ہمالیائی حقائق کو تسلیم کرکے اپنی ضد اور جھوٹی اَنا کو خیر باد کہہ چکے ہوتے۔

جوانوں کی اس موجودہ کھیپ نے اسی گولی بارود کی گھن گرج میں شعور کی آنکھ کھولی ہے۔ انھوں نے بچپن ہی سے اپنے بھائیوں کو کٹتے دیکھا ہے۔ اپنے بزرگوں کی تذلیل ہوتے دیکھی ہے۔ اپنی ماؤں بہنوں کی عصمتوں کو تارتار ہوتے دیکھا ہے۔ اپنے آشیانوں کو کھنڈرات میں تبدیل ہوتے دیکھا ہے۔ ان کی آنکھوں نے وہ خونیں اور ڈراؤنے مناظر بھی دیکھے ہیں، جو شاید اُس عمر میں دیکھنے کی کسی میں تاب نہ ہو۔ یہ وہ سونا ہے جو ظلم و جبر کی بھٹی میں تپ کر کُندن بن چکا ہے اور اس کو زیر کرنے کی حماقت جو بھی کرے گا، ریزہ ریزہ ہوکر زمین بوس ہونے میں اس کو دیر نہیں لگے گی، ان شاءاللہ۔

ہمالیہ کی گود میں ماضی کی جنت نظیر کہلانے والی یہ بدنصیب سرزمین کئی عشروں سے آگ وآہن، تباہی وبربادی، خونِ ناحق، حقوقِ انسانی کی بدترین خلاف ورزیوں، لٹی عصمتوں، اُجڑی بستیوں، خزاں رسیدہ سبزہ زاروں، حسرت ناک کھنڈرات میں تبدیل ہوئی شان دار عمارتوں میں رہنے والے بے یارو مددگار، بے کس اور بے بس عوام کا مسکن بن چکی ہے۔ یہاں کے کئی بلند چوٹیوں سے دل موہ لینے والے چشمے لہو اُبل رہے ہیں۔ یہاں کی میٹھی میٹھی خوشبو میں گولی بارود کی زہریلی ملاوٹ ہوچکی ہے۔ ہر گھر اور ہر فرد داد و فریاد کرتا ہوا نظر آرہا ہے۔

لہولہان وادی کے یہ ہرے زخم اور ان سے ٹپکتے ہوئے لہو کو یہاں کی صحافی برادری دنیا

کے کونے کونے میں پہنچانے کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔حق وصداقت کی بات کرنے والوں کو غاصبوں اور ظالموں نے کب ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا ہے کہ اب کریں گے۔ معاشرے کے ہر طبقے کی طرح یہاں پر اخبارات اور میڈیا سے وابستہ افراد کو بھی سچ بولنے کی سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ حکومتی عتاب کا رونا رونے اور اس کی آڑ میں اگرچہ کچھ حضرات نے استبدادی طاقتوں کا آلۂ کار بننے ہی میں عافیت سمجھی، لیکن اس کے باوجود حق وصداقت چھن چھن کر اپنا راستہ بنا ہی لیتی ہے۔

صحافی برادری اس ستم رسیدہ اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی قوم کا ایک باشعور اور حساس طبقہ ہے۔ پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی اس غیر یقینی پن اور خوف و ہراس کے ماحول کا حصہ ہے۔حقائق کو اس کے صحیح تناظر میں عوام اور باہر کی دنیا تک پہنچانا ان کی منصبی ذمہ داری ہے۔ یہاں کے غیور اور آزادی پسند عوام یہی چاہتے ہیں کہ ان کے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ ان کے اصل مرض کی نشان دہی ہو۔مصائب اور مشکلات کا سامنا ہر فرد کی طرح صحافی حضرات کو بھی ہے۔ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کا دعویٰ کرنے والی حکومت اور اس کے مقامی دُم چھلے سوشل میڈیا اور جدید عوامی رابطے سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ آئے دن اپنی درندگی اور وحشت کو چھپانے اور ان خبروں کو باہر کی دنیا تک پہنچنے نہ دینے کے لیے بچگانہ اور بزدلانہ حرکتیں کر کے ان تمام مواصلاتی رابطوں پر پابندی لگا کر اپنی جگ ہنسائی کا سامان فراہم کرتے آرہے ہیں۔

زخموں سے چُور اس وادیِ گل پوش کے درد اور کرب میں اُس وقت بے پناہ اضافہ ہوتا ہے جب عالمی ادارے اور اُن کے ذرائع ابلاغ خاموش تماشائی بن کر ظالموں، جابروں اور قاتلوں کی تائید کا ذریعہ بنتے ہیں۔ عالمی برادری نہ تو خود اپنے اداروں کی پاس کردہ دستاویزات پر عمل درآمد کی کوئی فکر کرتی ہے اور نہ یہاں کے چپے چپے پر بہتا معصوم لہوان کو نظر آتا ہے۔کاش! عالمی برادری اقتصادی مفادات اور تجارتی منڈیوں کے خول سے باہر جھانکنے کی کوشش کرتی تو شاید کراہتی انسانیت کی چیخ و پکار اور اُجڑے دیاروں کی ہیبت ناک تصویر اُن کے ضمیر کو کچھ تو جھنجھوڑنے میں کامیاب ہوجاتی، لیکن واحسرتا۔

اس اجتماعی جرم میں ہر ایک برابر کا شریک ہے۔مغربی دنیا کے ساتھ ساتھ مسلم ممالک کی بےحس ریاستی اور سیاسی قیادت کو بھی جیسے سانپ سونگھ گیا ہے۔رب العالمین کی طرف سے عطا کیے

ہوئے قدرتی خزانوں پر انھوں نے غیروں کو مالک بنا دیا۔ خود اس بے انتہا دولت کی بالائی کھا کر شباب و کباب کی دنیا میں بے سدھ پڑے رہنے ہی کو مسلم اُمت پر بطورِ احسان جتایا۔ اُمت مرحومہ کن مشکل ترین اور صبر آزما ادوار سے گزر رہی ہے؟ ملت کس طرح زخموں سے چُور ہے؟ آباد شہروں کو کس طرح زمین بوس کیا جاتا ہے؟ معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں کو کس طرح خون میں نہلایا جارہا ہے؟ ___ لیکن یہ نام نہاد مسلم حکمران خوابِ غفلت میں بے حس و حرکت اپنے عشرت کدوں میں بیٹھے دادِ عیش دے رہے ہیں۔ حالاں کہ ان کو سمجھنا چاہیے کہ ان کے قرب و جوار میں لگی آگ کی تپش سے یہ خود بھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

ریاست جموں و کشمیر کا مسئلہ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے فارمولے کے غیر منصفانہ نفاذ کی پیداوار ہے۔ جس کے نتیجے میں اس ریاست کے سینے پر ایک خونی لکیر کھینچی گئی ہے اور یہاں کے عوام کے جذبات، اُن کے رشتوں، اُن کی برادری اور ان کے کلچر کو تقسیم کر دیا گیا ہے۔

پاکستان اس مسئلے کا اہم فریق ہے۔ اس نے ہمیشہ سے اس دیرینہ مسئلے کو حقائق کی روشنی میں حل کرنے کے لیے سفارتی، اخلاقی اور سیاسی سطح پر ہر ممکن مدد فراہم کی ہے، لیکن اپنے اندرونی خلفشار اور ہمسایہ ممالک کی درپردہ سازشوں کی وجہ سے ہمارا یہ مضبوط وکیل بہت سے محاذوں پر کمزور دکھائی دے رہا ہے۔ کشمیر کو اپنی شہ رگ تسلیم کرنے کے بعد کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کوئی فرد یا قوم اپنی شہ رگ کو دشمن کے خونیں جبڑوں میں پچھلے ۷۰ برس سے دیکھتی چلی آرہی ہے۔

اگر واقعی پاکستان کی سالمیت اور سلامتی کی شاہراہ کشمیر سے ہو کر گزرتی ہے، تو اس اہم اور بنیادی مسئلے کو ترجیحی بنیادوں پر لے کر چلنے کی ٹھوس کوشش قیام پاکستان کے ساتھ ہی شروع ہونی چاہیے تھی۔ لیکن مصلحتوں، کمزوریوں اور سازشوں کی آلودگیوں نے اس مسئلے کی چمک ہی دھندلی کر کے رکھ دی ہے۔ یہاں کے عوام اپنی جانوں کا نذرانہ پچھلے ۳۰ سال سے دیتے چلے آرہے ہیں، لیکن اس لہو کے نکھار اور آزادی کی اس گونج کو جس حرارت اور گرج سے عالمی ایوانوں تک پہنچانے کی ضرورت تھی، ہمیں آج سات عشرے گزرنے کے بعد بھی اس کی حسرت ہی رہی۔

جنوبی ایشیا میں رستے ہوئے اس ناسور نے انسانی سروں کی کئی فصلیں نگل لی ہیں اور اب یہ خونخوار بھیڑیا ہر گزرتے دن، انسانی لہو سے اپنی پیاس بجھا رہا ہے۔ خون چاہے بھارتی فوجی کا ہو،

پاکستانی فوجی کا ہو، کشمیری کا ہو، ہے تو انسانی لہو کہ جس کا احترام بحیثیت انسان ہم سب پر فرض ہے۔ کئی عشروں سے جاری اس کشت وخون میں ایک نہتی اور مظلوم قوم پسی چلی جارہی ہے۔

غاصب اور قابض بھارت نے اپنی جھوٹی، فریب کارانہ اور چانکیائی سیاست کے داؤ پیچ سے ہمارے اندر ہی غداروں کی ایک اچھی خاصی کھیپ تیار کرلی ہے، جو اس کے ایک اشارے پر پوری کشمیری قوم کو زمین بوس کرنے سے بھی ہچکچائے گی نہیں۔ اس جابر طاقت کی کلہاڑی کے یہ مقامی دستے، جب تک اپنی شکم سیری اور فرضی شان وشوکت اور جاہ وحشمت کے لیے بے غیرت اور بے ضمیر دلالوں کا گھناؤنا کردار ادا کرتے رہیں گے، تب تک سروں کی فصل کٹتی رہے گی۔

پچھلے کئی برسوں سے تو بھارت کا ترنگا یہاں کی عمارتوں پر لہرانے کے بجاے اپنے فوجیوں کی لاشوں کو لپیٹنے ہی کے کام آرہا ہے، مگر اس کے باوجود بھارتی سورماؤں کی آنکھیں کھلنے کا نام نہیں لے رہیں۔ غریب اور مفلس فوجیوں کو قوم پرستی کا امرت پلا کر یہ عاقبت نااندیش سیاسی جادوگر انھیں اپنے اقتدار کی بھینٹ چڑھاتے رہتے ہیں، ورنہ بھارتی حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اُن کے عوام کو بھی یہ بات سمجھ آچکی ہے کہ ریاست جموں وکشمیر نہ کبھی بھارت کا حصہ تھی، نہ ہے اور نہ آیندہ کبھی ہوگی۔ بھارت کو یہاں سے ذلت اور خواری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور وہ خود اپنے جرائم کے بوجھ تلے دب کر دُم دبا کے یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہوگا۔ اس میں اگر وقت لگ رہا ہے تو صرف اور صرف ہماری اپنی کمزوریوں کی وجہ سے۔ ورنہ قانونِ قدرتِ حق کا فیصلہ بالکل صاف ظاہر ہے، اور وہ یہ کہ خطۂ جموں وکشمیر کو بھارتی سامراج سے آزاد ہوکر رہنا ہے، ان شاء اللہ!